ان کا صحیح طرز کی اسلامی حکومت سے محروم ہوجاتا ہے۔ اس لئے درس وتدریس، خانقاہ نشینی، وعظ وتذکیر اور تصنیف و تالیف، ارشادو ہدایت کے ان تمام مختلف طریقوں کو نظر انداز کرکے اس نے اپنی تمام توجہ جہاد بالسیف پر ہی مرکوز رکھی۔ اس جماعت مجاہدین کے سرخیل وسرگروہ حضرت مولانا سید احمد شہید بریلوی تھے۔

حضرت سید صاحب کے حالات وسوانح میں یوں تو اردو اور فارسی میں چھوٹے بڑے کئی ایک رسالے موجود ہیں۔ لیکن چونکہ وہ سب قدیم طرز پر لکھے ہوئے ہیں اس لئے ان میں کرامات وغیرہ کا ذکر تو تفصیل سے ملیگا، لیکن اس جماعت کے جہاد اور اس کی حقیقت اور روح سے پوری واقفیت نہیں ہوتی۔ مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی نے اس کمی کو پورا کرنے کے لئے ہی زیر تبصرہ کتاب تصنیف کی ہے۔ اس کتاب کا پہلا اڈیشن ۱۹۳۹ء میں چھپا تھا اور برہان میں اسی زمانہ میں اس پر تبصرہ ہوگیا تھا۔ اب مزید معلومات اور حوالوں کے اضافہ کے ساتھ یہ دوسرا اڈیشن چھپاہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ فن سیرت نگاری کے اعتبار سے سیرت سید احمد شہیدؒ وقت کی کامیاب تصنیف ہے اس میں حضرت سید صاحب کے خاندانی حالات، عام سوانح وسیرت، دینی اور اصلاحی مجاہدات اور پھر آپ کے جہاد اور تجدیدی کارناموں کا ذکر نہایت تفصیل اور مستند مآخذ کی روشنی میں کیا گیا ہے۔ آخر میں آپ کے خلفاء اور متوسلین کا تذکرہ ہے۔ شروع میں پس منظر کے طور پر اس عہد کی دنیا اسلام خصوصاً ہندوستان کے مسلمانوں کی دینی و سیاسی حالت کا مختصر بیان ہے جس کے پڑھنے سے ایک مجدد کی ضرورت محسوس ہونے لگتی ہے۔ زبان شگفتہ اور موثر ہے اس کتاب کے مطالعہ سے علمی افادہ کے ساتھ دینی اور اسلامی بصیرت بھی پیدا ہوگی اور ایمان تازہ ہوجائیگا۔

**شاہ ولی اللہ اور انکی سیاسی تحریک** از حضرت مولانا عبیداللہ صاحب سندھی تقطیع خورد ضخامت ۱۴۴ صفحات کتابت وطباعت اور کاغذ بہتر قیمت مجلد قسم اول عہ پتہ: کتاب خانہ پنجاب لاہور

حضرت مولانا عبیداللہ سندھی عہد حاضر کے نامور مفکر اور مجاہد اسلام ہیں۔ آپ نے حضرت شاہ ولی اللہ الدہلوی کی تصنیفات اور ان کے مخصوص علم کلام کا بہت عمیق اور محققانہ مطالعہ کیا ہے۔ آپ کا خیال ہے کہ حضرت شاہ صاحب نے ایک عالمگیر اسلامی انقلاب برپا کرنے کے لئے ایک جماعت "جمعیتہ مرکزیہ" کے نام سے بنائی جس کی

شاخیں ملک میں پھیلیں اور اس طرح "حزب ولی اللہ" ایک مسلم پارٹی کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اس پارٹی نے حکومت موقتہ (Provisional Government.) بنائی لیکن ۲۷ ذیقعدہ ۱۲۴۶ھ (۶ مئی ۱۸۳۱ء بروز جمعہ) بالاکوٹ کے معرکۂ شہادت میں اس کا خاتمہ ہوگیا۔ اب مولانا کا ارادہ اسی "حزب امام ولی اللہ" کی پوری تاریخ قلمبند کرنے کا ہے، زیر تبصرہ کتاب جو دراصل ایک ناتمام سا مقالہ ہے اسی کتاب کا پیش لفظ یا تمہید ہے۔ اس تمہید میں مولانا نے یہ بتایا ہے کہ حضرت شاہ صاحب اپنے عہد کے افسوسناک اور اسلام کے لئے حد درجہ تباہ کن حالات سے کس طرح متاثر ہوئے اور پھر آپ نے ان کی اصلاح کے لئے کیا علمی اور عملی پروگرام بنایا۔ حضرت شاہ صاحب کی تحریک آپ کی وفات کے بعد بھی مختلف صورتوں میں جلوہ گر رہی یہانتک کہ حضرت شیخ الہند اسی انقلابی تحریک کے ہیرو تھے۔ مولانا کا یہ مقالہ نہایت مجمل تھا۔ اس لئے آپ کے ایک ارادتمند مولوی نور الحق اورینٹیل کالج لاہور نے اس کو سبقاً سبقاً آپ سے پڑھا اور مولانا کی تشریحات کی روشنی میں اس پر تشریحی نوٹ بھی لکھتے رہے۔ زیر تبصرہ کتاب اسی متن اور شرح دونوں کا مجموعہ ہے۔

اس میں شبہ نہیں کہ حضرت شاہ ولی اللہ الدہلوی غالباً پہلے مفکرِ اسلام ہیں جنھوں نے اپنے زمانہ کے سیاسی، اقتصادی اور دینی و روحانی حالات کی تباہی کو محسوس کیا اور قرآن و حدیث کی روشنی میں اسلامی تعلیمات کی شرح اس طرح بیان کی جس سے اسلامی قانون کا عالمگیر ہونا اور دنیا کے تمام امراض مادی و روحانی کا کامیاب علاج ہونا روز روشن کی طرح واضح ہوجائے۔ سوشلزم کا بانی کارل مارکس حضرت شاہ صاحب کا ہی ہم عصر تھا اور اور اس نے بھی شاہ صاحب کی ہی طرح دنیا کے مصائب کا ایک حل سوچا تھا اس کو خوش قسمتی سے ایک حکمراں اور طاقتور جماعت مل گئی جس نے اس کے فلسفہ کو دنیا کے سامنے صحیفہ آسمانی کی حیثیت سے پیش کیا اور چونکہ حکومت کی طاقت اس فلسفہ کی پس پشت تھی اس لئے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج مشرق و مغرب میں اس کا چرچا ہے اور کروڑوں انسان اس فلسفہ کے احترام و بقا کے لئے اپنی جانوں کی بازی لگائے ہوئے ہیں۔ لیکن اس کے برعکس حضرت شاہ ولی اللہ الدہلویؒ اپنے فلسفہ کے ذریعہ ہندوستان میں اسلامی انقلاب پیدا کرنے میں اس لئے ناکامیاب رہے کہ ان کے فلسفہ کو ماننے والے خود اپنی کوئی حکومت قائم نہیں کرسکے۔

مولانا عبیداللہ صاحب سندھی اس فلسفہ کے امام ہیں اور انھوں نے عالمگیر اقتصادی کشمکش اور بے چینی کا مطالعہ بھی بہت قریب سے کیا ہے اور برسوں تک اس ملک میں رہے ہیں، جہاں شاہ صاحبؒ کے معاصر کارل مارکس کے فلسفہ کا عملی تجربہ کیا جا رہا ہے۔ اس بنا پر لامحالہ مولانا چاہتے ہیں کہ کارل مارکس کے مقابلہ میں شاہ صاحب کا فلسفہ بروئے کار لایا جائے اور اسی ولی اللہی فلسفہ پر ایک عظیم الشان "انٹرنیشنل حکومت" کی بنیاد رکھی جائے اور یہی وجہ ہے کہ جب مولانا جدید طبقہ کو مخاطب کر کے فلسفہ ولی اللہی کی تشریح کرتے ہیں تو انھیں وقت کی جدید زبان میں ہی بولنا پڑتا ہے اور وہ تمام اصطلاحات استعمال کرنی پڑتی ہیں جو آجکل کی سیاسی اور معاشی دنیا میں رائج اور زبان زدِ عام و خاص ہیں۔ بعض حقیقت نافہم لوگ سمجھتے ہیں کہ مولانا اسلامی تعلیمات کو خواہ مخواہ توڑ مروڑ کر مغربی افکار و آراء پر منطبق کرنے کی کوشش کرتے ہیں، حالانکہ "عبارا تنا شتی وحسنک واحد" کے مطابق حقیقت ایک ہی ہے خواہ اس کے لئے عنوان کوئی ہی اختیار کیا جائے۔

یہ پورا مقالہ مولانا کی عمیق دینی اور سیاسی بصیرت اور منظم و مرتب فکر کا مرقع ہے۔ لیکن کتاب کے ص ۱۰۵ پر مولوی نورالحق صاحب کا یہ جملہ "ہماری رائے میں جو کام اکبر نے شروع کیا وہ اساساً صحیح تھا" دیکھکر ہم کو نہ صرف تعجب بلکہ صد درجہ افسوس بھی ہوا، معلوم نہیں اکبر کے اس کام میں مشرکہ عورتوں سے خود اپنی اور شہزادوں کی شادی کرنا بھی داخل ہے یا نہیں۔ دین الٰہی سے متعلق ملا عبدالقادر بدایونی نے اپنی تاریخ میں جو کچھ لکھا ہے اگر اس سے صرف نظر کر لی جائے تب بھی خود حضرت مجدد صاحب کے مکتوبات اور ابوالفضل کے رقعات سے اس دین کے متعلق جو معلومات حاصل ہوتی ہیں ان کے پیش نظر اکبر کے فعل کو "اساساً صحیح" کہنا تو کجا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اکبر مسلمان بھی تھا یا نہیں۔ اگر اس جملہ کا انتساب مولانا کی طرف صحیح ہے تو ہمیں کہنا پڑتا ہے کہ ایک انتہائی مخلص اور ذہین و طباع اور مجاہد ہونے کے باوجود مولانا کی چند اسی قسم کی "ماوراء عقل" باتیں ہیں جنھوں نے آج تک مولانا کو کسی جماعت کا قائد نہیں بننے دیا۔ اور مسلمانانِ ہند اجتماعی حیثیت سے مولانا کے شمع افکار سے اپنے ظلمت خانۂ قلب و دماغ کو روشن کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔